میری طرف آنے دو' مجھے کہا جائے گا' آپ کو خبر نہیں۔ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں نئی باتیں ایجاد کر کے دین کو بدل دیا تھا۔

پھر کہوں گا' خدا انہیں غارت کرے جنہوں نے میرے دین کو بدلا۔ (ملخصاً) رواہ البغوی فی شرح السنہ ج ا ص ۳۲۳ و مالک فی الموطا فی الطہارۃ)

ان تنبیہات اور توبیخات کے ہوتے ہوئے ہر دور میں مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ۳۵ھ سے برابر چلی آرہی ہے جس کا کام بدعت سازی کے سوا اور کچھ نہیں۔

شیعہ لوگوں کے بعد 'بدعت ساز گروہوں میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت ان لوگوں کو حاصل ہے' جو اپنے آپ کو حنفی (بریلوی) کہلاتے ہیں۔

ان کا دعوئ تقلید ایسا پختہ ہے کہ اپنے بنائے ہوئے پیشوا اور امام کے قول کے مقابلہ میں صریح سے صریح فرمان نبوی ﷺ کو چھوڑ دینے میں کوئی باک نہیں کرتے۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ تقلید ان کو آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کرنے سے روکتی ہے۔ لیکن جب تقلید کا مقابلہ سنت کے بجائے کسی بدعت سے ہو' تو اس وقت نہایت بے تکلفی سے اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر' بدعت پر خوب عمل پیرا ہوتے ہیں اور اس طرح اس تقلید میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا۔ اگر کوئی امام ابو حنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرے' تو وہ غیر مقلد اور گستاخ ٹھہرتا ہے۔

ویسے قبروں پر سجدہ کرنا' نیز آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب اور خدا کے برابر سمجھنا' غرض ایسے امور بجالانا جو کتاب اللہ اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ التحیۃ کے خلاف ہوں' تو ان سے حنفیت فنا نہیں ہوتی۔

حنفیت کا خاتمہ صرف اس وقت متصور ہوتا ہے۔ جب امام صاحب کے قول کے بجائے قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ ان مقلدین حضرات کے ہاتھوں' مسلمانوں میں بدعت کی خوب ترقی ہو رہی ہے اور اس کا ایسا سلسلہ لامتناہی جاری ہوا ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتا۔ اسی طرح ایک نئی بدعت جس کی ایجاد تو ساتویں صدی ہجری سے ہوئی ہے۔ مگر آج کل مسلمانوں میں دو عیدوں کے مقابلہ میں ایک تیسری مستقل عید جاری ہو گئی ہے اور اس تیسری عید کا نام عید میلاد النبیؐ ہے جو ہر سال ایک نئے انداز سے اپنے جلو میں بے پناہ برائیاں لئے وارد ہوتی ہے۔ قبل ازیں کہ عید میلاد النبیؐ کی شرعی حیثیت بیان کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بدعت کی تعریف' بدعت کے اسباب' اور بدعت کے نتائج بیان کئے جائیں تاکہ اصل مسئلہ سمجھنے میں مطلع صاف ہو جائے۔

> **جب تقلید کا مقابلہ سنت کی بجائے کسی بدعت سے ہو تو اس وقت نہایت بے تکلفی سے اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر بدعت پر عمل کیا جاتا ہے۔**

بدعت

۱۔ بدعت کے معنی دین میں کوئی نئی رسم نکالنا۔ (۲) نیا دستور۔ (۳) نیا رسم رواج (۴) سختی۔ (۵) جھگڑا۔ (۶) ظلم۔ (۷) فساد۔ (۸) شرارت اور نقصان پیدا کرنے کے ہیں۔

مختار الصحاح ص ۳۲ میں ہے 'البدعۃ' الحدث' فی الدین بعد الاکمال' یعنی بدعت وہ امر ہے جو دین کامل ہونے کے بعد اس میں ایجاد کیا گیا ہو۔

امام نووی فرماتے ہیں "کل شئی عمل علی مثال سابق." (نووی شرح مسلم ص ۲۸۵ ج ۱) بدعت وہ نئی چیز ہے جو دین میں بلا کسی نظیر اور مثال کے کی جائے۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں

"فالبدعة عبارة عن طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشرعية."

بدعت دین میں ایسے نئے عمل کو کہتے ہیں جو شرعی احکام سے ملتا جلتا ہو اور اس ے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہوتا ہے۔

نیز سنت ترکیہ کا ارتکاب بھی بدعت ہا تا ہے۔

بدعت کے اسباب

بدعت کے متعدد اسباب ہیں:

۱۔ ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ بعض لوگ بظاہر مخلص، سادہ لوح، رضاالٰہی کی خاطر، بے علمی سے عبادات میں تکلفانہ انداز اور دین میں نئے نئے مسائل پیدا کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر غلطی معلوم ہو جانے سے توبہ کر لیں تو فبہا، ورنہ اس قسم کے لوگ مذہب کے لئے مار آستین ثابت ہوتے ہیں۔

۲۔ بدعت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ کئی لوگ ابتداً دین کے بڑے خادم او علمبردار ہوتے ہیں۔ جب آہستہ آہستہ دین میں ان کا مقام اور مرتبہ پیدا ہو جاتا ہے، تو دین کو اپنا تابعدار بنا لیتے ہیں۔ اندریں حالات ان کا ذہن ایک کاروباری صورت اختیار کر جاتا ہے اور ہر معاملے میں یہ سوچنے لگ جاتے ہیں کہ ہمارا مفاد اور مقام کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔

ئی لوگ ابتداً دین کے بڑے خادم اور علمبردار ہوتے ہیں
ب آہستہ آہستہ دین میں ان کا مقام و مرتبہ پیدا ہو جاتا
ہے تو دین کو اپنا تابعدار بنا لیتے ہیں۔

۳۔ بدعت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ نبوت دور ہوتا جاتا ہے، بعد کی نسلوں میں غفلت بے پروائی جہالت اور بے دینی عام ہو جاتی ہے، دلوں میں سختی اور بربریت پھیل جاتی ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ متروک ہو جاتی ہے، دین میں وضع مسائل اور بدعات جیسے امور شنیعہ کا فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی جگہ علماو مشائخ کے اقوال و فتاویٰ اور بے سند سنی سنائی باتوں کی پیروی کرنے اور ان کو رسول ﷺ خدا کی طرف منسوب کرنے کا عام رواج ہو جاتا ہے۔

بدعت کے نتائج

بدعت کے معنی و اسباب سے یہ بات پایہ کو پہنچ گئی ہے کہ بدعت کا مقصد وحید دین میں عمداً یا بے علمی طور سے شرارت اور فساد ڈالنا ہے۔

جس چیز کی بنیاد فساد اور شرارت پر ہو تو لازماً اس کے نتائج بھی تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔

چنانچہ بدعت خصوصاً بدعت تقلید کے نتائج، دین اسلام میں نہایت روح فرسا اور تباہ کن ثابت ہوئے ہیں۔

۱۔ مثلاً کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ جو اس غرض سے آئی تھیں کہ لوگ اسے پڑھیں اور اس پر عمل کریں یک قلم بے اثر اور بے کار ہو گئیں کیونکہ ان کی جگہ اماموں اور علماء و مشائخ کی باتوں اور ان کے وقتی فتاویٰ نے لے لی ہے۔

۲۔ عملی اعتبار سے ہدایت کا مرکز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم نہ رہا، بلکہ ملاؤں اور پیروں کا حکم ہو گیا۔

۳۔ دینی راہنماؤں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا کہ لوگوں کو اندھا، بہرا بنا کر جس طرح چاہتا ہے، اپنے اغراض و مقاصد میں کام لاتا ہے۔

۴۔ مسلمانوں کی عقلی ترقی کی تمام راہیں بند ہو گئی ہیں، کیونکہ جب عوام نے اپنی سمجھ بوجھ سے کام لینا چھوڑ دیا، اور اپنے بنائے ہوئے پیشواؤں کا حکم بلا دلیل ماننے لگے۔ (یہی تقلید ہے) تو ظاہر ہے کہ پھر عقل کی تربیت اور ترقی کے لئے کون سی راہ باقی رہے گی۔

۵۔ وہم پرستی، جہالت، بے دینی کا دروازہ کھل گیا ہے۔ اس لئے کہ جب اعتقاد و عمل کا دارومدار چند امتی انسانوں کی رائے پر آ ٹھہرا اور دوسروں کو اس کا حق نہ رہا کہ اپنی عقل و فکر سے کام لیں، تو واضح ہے کہ عقل و فکر کی جگہ جہالت اور وہم ہی پھیلے گا اور جو خرافات، کسی ٹھہرائے ہوئے پیشوا کی زبان سے نکل جاتی ہیں، لوگ اسے دین اور شریعت سمجھتے ہیں۔

۶۔ دینی رہنما اچھے انسان ہونے کی بجائے بے شمار ملاں، ملوانے بن گئے ہیں اور ان کی تمام باتوں نے معصومیت اور پاک دامنی کا جامہ پہن لیا ہے، کیونکہ انہیں جب اپنے مریدوں کی طرف سے جائز و ناجائز کرنے کا ہر طرح سے اختیار مل گیا ہے اور اپنے عمل دخل میں بالکل پاک ہو گئے ہیں، تو پھر نفس انسانی کی شرارتیں ان سے جو کچھ بھی کرا لیں، کم ہیں۔

"ان باتوں کا یہ اثر ہوا کہ:"

۱۔ جو پیر یا عالم زیادہ شہرت حاصل کر لیتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں اسے روحانی تسلط و تصرف کا مقام مل گیا ہے اور جو چاہتا ہے کر سکتا

ہے۔ عوام بھیڑ چال اختیار کئے ہر طرح کی حاجتیں لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور وہ ان سے طرح طرح کی نذریں لے کر انہیں یقین دلاتا ہے کہ تمہاری حاجت کا سامان ہو گیا ہے۔

۲۔ تقریباً تمام مذہبی اعمال اور رسومات کی باقاعدہ شرحیں اور قیمتیں مقرر کی ہوئی ہیں۔

۳۔ قرآن مجید کے علم کو صرف مولویوں کے لئے مخصوص کر لیا گیا ہے کہ عوام کے سمجھنے کی چیز نہیں ہے، بلکہ صرف تبرکاً سن کر ثواب کما لینے کی چیز ہے اور پھر جو شخص ثواب کی نیت سے سننا چاہتا ہے، اسے معاوضہ دینا پڑتا ہے۔

۴۔ طرح طرح کے آثار و تبرکات بنائے ہوئے ہیں اور عوام کے دلوں میں یہ اعتقاد پیدا کر دیا گیا ہے کہ جس نے ان کی زیارت کر لی یا انہیں ہاتھ لگا دیا۔ اس نے دین و دنیا کی تمام برکتیں حاصل کر لیں۔

۵۔ لوگوں کا مال کھانے کا ایک بڑا ذریعہ قبریں اور خانقاہوں کی مجاوری ہے کہ انہوں نے میلوں اور عرسوں کا حج سے بھی زیادہ درجہ بڑھا دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کی دولت و سرمایہ سمٹ سمٹ کر قبروں کے مجاوروں یا محکمہ اوقاف کے اہل کاروں کے پاس جمع ہو رہی ہے۔

۶۔ جو مر جائے اسے ثواب پہنچانے اور اس کے گناہوں کے کفارے کے بہانے طرح طرح کی رسمیں رائج کی ہوئی ہیں۔ تیجا، ساتواں، نانواں اور چالیسواں، انہی رسموں کی ذیلی شاخیں ہیں۔

لوگوں کا مال کھانے کا ایک بڑا ذریعہ قبریں اور خانقاہوں کی مجاوری ہے۔ دنیا کی دولت و سرمایہ سمٹ سمٹ کر قبروں کے مجاوروں یا محکمہ اوقاف کے اہلکاروں کے پاس جمع ہو رہی ہے۔

۷۔ آمدن کے وسائل زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی خاطر نت نئی رسمیں اور نئی نئی عیدیں اور تقریبیں نکالنے کا ایک اچھا خاصا دھندا شروع کر رکھا ہے۔

یہود و نصاریٰ بھی تقلید محض میں مبتلا ہو جانے کے بعد انہی رسموں میں مبتلا ہوئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی حالت بیان فرما کر مسلمان کو متنبہ کی ہے کہ ان سے نصیحت حاصل کریں۔

”یاایها الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل الله۔“ (توبہ)

مسلمانو! یاد رکھو، یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء و مشائخ کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے کہ لوگوں کا مال ناجائز اور ناحق کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکتے ہیں۔

افسوس کہ مسلمان ان گمراہیوں سے بچنے اور نصیحت حاصل کرنے کے بجائے ان سے بھی زیادہ بدرسموں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

شاہ ولی اللہ ؒ فوز الکبیر میں فرماتے ہیں:

”اگر تم اس امت میں یہود کا نمونہ دیکھنا چاہو، تو ان علماء کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب اور اپنے اسلاف کی تقلید میں مبتلا ہو کر شارع علیہ السلام کی کلام سے بے پرواہ ہو گئے ہیں اور اپنے مقرر کئے ہوئے پیشواؤں کے فتاویٰ کو معصوم جان کر سند ٹھہرا رہے ہیں اور احادیث موضوعہ اور تاویلات فاسدہ کو اپنا مقتدی بنائے ہوئے ہیں۔

اور زیر بحث عید میلاد النبی ﷺ بھی انہی کرم فرماؤں کی ایجاد ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ ساتویں ہجری کے شروع میں ایجاد ہوئی ہے اور سب سے پہلے ملک مظفر ابو سعید کوبری نے اسے رواج دیا ہے۔

ملک مظفر، سلطان صلاح الدین ایوبی کا بہنوئی ہے، جسے صلاح الدین ایوبی نے (ساتویں صدی ہجری کے شروع میں شہر اربل کا جو موصل کے قریب ہے) گورنر مقرر کیا تھا۔

ملک مظفر محفل میلاد میں، بھانڈ مراثی، راگ و رنگ اور ناچنے والوں کو جمع کرتا اور راگ سنتا اور گانا باجا سن کر خود بھی ناچا کرتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱۳ ص ۱۳۷)

جو شخص راگ و رنگ اور ناچ کو جائز اور مباح جانے، اس کے فاسق و فاجر ہونے میں کیا شک و شبہ ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"میری امت کے آخری دور میں کئی لوگوں کی شکلیں بدل دی جائیں گی۔ بعض کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور بعض کو پتھر برسا کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کیا وہ کلمہ اسلام نہ پڑھتے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کلمہ پڑھتے ہوں گے، بلکہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ ادا کرتے ہوں گے لیکن ساتھ ساتھ حلال کو حرام اور حرام کو حلال گردانیں گے۔ نیز گانے، باجے اور راگ ورنگ سننے کے عام عادی ہو جائیں گے۔ بنابریں ان کی شکلیں بندروں اور خنزیروں جیسی ہو جائیں گی۔ (ترمذی، اغاثۃ اللہفان: ص ۱۸۱)

عید میلاد النبی ﷺ کے جواز کا پہلا فتوی دینے والا پہلا مولوی "ابن دحیہ کلبی" ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کی ایجاد کرنے والے کوئی دیندار، متقی، پرہیزگار اور اولیاء اللہ قسم کے آدمی نہیں ہیں۔

بلکہ اس کے روح رواں اور رواج دینے والے فاسق، فاجر، لہو ولعب میں مشغول رہنے والے لوگ ہیں، جنہیں احکام شریعہ کا مطلقاً علم نہیں کہ شریعت نے کس چیز سے منع کیا اور کس بات کا حکم دیا ہے۔

محض اپنی ہوا و حرص اور تفریح خاطر کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ خواہشات نفسانیہ کے پورے ہونے کے ساتھ ساتھ منصب مذہب بھی قائم رہے۔

جب شکم پرور اور دنیا پرست ملاؤں نے دیکھا کہ بڑے بڑے حاکم اور آفیسر میلاد النبی ﷺ میں بڑی دلچسپی اور اسے پسند کرتے ہیں، تو انہوں نے درباری اعزاز حاصل کرنے کیلئے نہ صرف اس کے جواز کا فتوی دیا، بلکہ اس کی فضیلت میں آسمان و زمین کے قلابے ملا دیئے اور محفل میلاد کو حج کے قریب درجہ دے دیا۔

اور اس بدعت کے جواز میں فتوی دینے والا سب سے پہلا مولوی ابن دحیہ کلبی ہے۔ ابن دحیہ نہایت طمع خور اور لالچی قسم کا آدمی تھا۔ اس نے بادشاہ مظفر کی خوشامد کیلئے عید میلاد النبی ﷺ کے متعلق ایک ضخیم کتاب تصنیف کر ڈالی جس کا نام "التنویر فی مولد البشیر و النذیر" رکھا، اسے ملک مظفر نے دیکھ کر بہت پسند کیا اور اسے ایک ہزار اشرفی سے نوازا۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۱۳، ص ۱۴۷)

> **اگر تم اس امت میں یہود کا نمونہ دیکھنا چاہو تو ان علماء سوء کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب اور اپنے اسلاف کی تقلید میں مبتلا ہو کر شارح علیہ السلام کی کلام سے بے پرواہ ہو گئے ہیں اور اپنے مقرر کئے ہوئے پیشواؤں کے فتاویٰ کو معصوم جان کر سند ٹھہرائے ہوئے ہیں اور احادیث موضوعہ اور تاویلات فاسدہ کو اپنا مقتدی بنائے ہوئے ہیں۔ (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)**

ابن دحیہ علماء حدیث کی نظر میں

عمر نام، باپ کا نام حسن، کنیت ابو الخطاب، ابن دحیہ کلبی کے نام سے مشہور ہے۔ اندلس کا رہنے والا ہے۔ دسویں واسطہ سے حضرت دحیہ کلبیؓ مشہور صحابی سے جا ملتا ہے۔

حافظ ضیاء الدین ابراہیم سنہوری فرماتے ہیں، ابن دحیہ بڑے بڑے دعوے کیا کرتا تھا کہ میں نے اندلس میں بڑے بڑے علماء حدیث اور ائمہ دین سے علم سیکھا ہے۔

اور ان سے میرے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ جب میں اندلس گیا اور وہاں ائمہ حدیث اور دیگر علمائے دین سے ملاقاتیں ہوئیں تو میں نے ان سے ابن دحیہ کا حال معلوم کیا کہ وہ کیسا ہے؟ تمام اندلسی علماء حدیث نے یک زبان اسے جھوٹا اور ناقابل اعتبار گردانا، اور مزید کہا کہ اس نے بڑی عمر میں علم سیکھنا شروع کیا ہے اور اس کا نسب نامہ صحیح نہیں، وہ اپنے کو نسباً حضرت دحیہ کلبیؓ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت دحیہ کلبیؓ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ علاوہ ازیں اس کے نسب پر عربی شائستگی کے بجائے مغربی بربریت چھائی ہوئی ہے۔ (لسان المیزان ج ۴، ص ۲۹۲)

قاضی ابن واصل بیان کرتے ہیں! ابن دحیہ حدیث بیان کرنے میں بے تکی اور اٹکل پچو سے کام لیتا تھا۔ (حوالہ مذکورہ)

امام ابن نقطہ کہتے ہیں کہ وہ ایسی چیزوں کا دعویدار تھا، جن کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ (لسان المیزان)

اور امام ابن نجار فرماتے ہیں میں نے

تمام علماء کو دیکھا۔ ابن دحیہ کے جھوٹے ہونے پر سب متفق ہیں اور ائمہ حدیث سے ایسی حدیثیں روایت کرتا ہے کہ نہ ان سے وہ سنی ہیں اور نہ ہی ان آئمہ سے اس کی ملاقات ہوئی ہے۔ (لسان المیزان ج ۴، ص ۲۹۶) اور جھوٹ بولنا تو اس کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔

امام ابن عساکر کہتے ہیں حدیث نبوی میں لایعنی اور جھوٹی باتیں جن کا شرع شریف میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بڑی جرأت سے کہہ جاتا تھا (لسان المیزان) اور اس کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی ایک بات کافی ہے کہ:

امام علی بن اصبہانی فرماتے ہیں ابن دحیہ آیا اور قیام ہمارے ہاں کیا، اپنے تئیں بڑا محدث، فقیہ، ادیب، مفسر ماہر اسرار دین، نیز متقی پرہیزگار ظاہر کرتا تھا، چونکہ میرے والد صاحب بھی درویش اور صوفی مغرب آدمی تھے، اس لئے جب بھی ان کے پاس آتا، والد صاحب اس کی بے حد عزت کرتے، ایک دن علی الصبح تکیہ میں والد صاحب کے پاس ایک جانماز لے کر آیا، جس کی وہ بہت تعظیم وتکریم کرتا اور چومتا تھا کہنے لگا میں اس جانماز پر ہزار سے بھی زیادہ نفل نہایت خشوع وخضوع سے پڑھ چکا ہوں اور بیت اللہ میں بیٹھ کر تو میں نے بارہا دفعہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔ والد صاحب نے وہ جانماز لے لیا اور وہ بھی اس کی بڑی تعظیم وتکریم کرنے لگے، کبھی سر پر رکھتے، کبھی اسے چومتے اسی روز تقریباً عصر کے وقت شہر اصبہان سے ایک آدمی آیا اور والد صاحب سے مختلف قسم کی باتیں کرتا رہا اور بالآخر اتفاقاً ابن دحیہ کا ذکر چل پڑا۔ اس نے کہا وہ کل بازار سے ایک بہترین جائے نماز خرید کر لائے ہیں۔ والد صاحب نے وہی جائے نماز پیش کر دیا، جس کے متعلق ابن دحیہ نے کہا تھا کہ میں اس پر ایک ہزار سے بھی زیادہ نفل پڑھ چکا ہوں، اس نے دیکھتے ہی کہا یہی جائے نماز ہے جسے وہ کل خرید کر لائے ہیں۔ اس کی بات سن کر والد صاحب خاموش ہوگئے اور اسی دن سے ابن دحیہ سے بدظن ہوگئے اور جھوٹا کہنے لگے۔ (لسان المیزان)

ائمہ دین اور اساطین حدیث کی ان شہادتوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ عید میلاد النبیؐ کے جواز کا فتویٰ دینے والا، ملا ابن دحیہ، شکم پرور، خوشامدی، بے دین اور جھوٹا تھا۔

ایسے جھوٹے، لاف گزاف مولوی کا فتویٰ شرح شریف میں کیسے قابل حجت اور سند بن سکتا ہے۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار۔"

ملک مظفر (بانی محفل میلاد) محفل میلاد میں بھانڈ، مراثی، راگ ورنگ اور ناچنے والوں کو جمع کرتا، راگ سنتا، گانا باجا سن کر خود بھی ناچا کرتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ)

عید میلاد النبیؐ کے متعلق ائمہ دین کی رائے

شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابوالفضل امام ابن حجر عسقلانی "ایک سوال کے جواب میں فتویٰ دیتے ہوتے فرماتے ہیں محفل میلاد در حقیقت ایک بدعت ہے۔ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

علامہ عبدالرحمٰن مغربی حنفی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں "محفل میلاد بدعت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے نہیں کیا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ اور ائمہ اربعہ نے اس کی طرف توجہ کی ہے اور نہ کسی کو کرنے کی اجازت دی ہے۔"

علامہ ابن الحاج مالکی اپنی کتاب مدخل میں فرماتے ہیں "منجملہ بدعات میں ایک بدعت محفل میلاد النبی ﷺ ہے جس کو لوگوں نے بہت بڑی عبادت اور اسلام میں سب سے بڑا شعار جان کر ایجاد کیا ہے۔ اس کے منعقد ہونے کی تاریخ ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے اور یہ ایک بدعت اپنے اندر بے شمار بدعات اور انتہائی ناپسندیدہ چیزیں لئے ہوئے ہیں، مثلاً راگ، رنگ وغیرہ جسے آنحضرت ﷺ نے حرام فرمایا ہے اس محفل کی روح رواں ہیں۔ اگر بالفرض یہ محافل ان تمام خرابیوں سے بالکل خالی ہوں اور محض آپ کی پیدائش اور صدقہ وخیرات کے لئے کھانے پکائے جائیں اور باہمی ایک دوسرے کو دعوت کی جائے تو پھر بھی یہ محفل بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں ایک زیادتی ہے اور بزرگان دین مثلاً صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین سے اس کا کوئی نمونہ ثابت نہیں اور ہمارے لئے صرف آنحضرت ﷺ سلف صالحین، صحابہ کرام کی پاکیزہ زندگی بہترین نمونہ ہے جس چیز کی انہوں نے دین میں گنجائش سمجھی فقط وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس میں کمی اور زیادتی بالکل نہیں کی جا سکتی۔ علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن

عبدالمجید فرماتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول میں جن محفلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے ان کے کرنے والوں کو حتی الامکان روکنا چاہئے۔ نیز فرماتے ہیں جن میلادالنبی ﷺ کی محافل کا آج شہروں میں چرچا ہے۔ ان میں جس قدر بھی باتیں ہوتی ہیں' وہ تمام نامقبول اور سراسر شریعت کے خلاف ہوتی ہیں اور وہ بذات خود محفلیں مکروہ اور دین اسلام کے مخالف ہیں۔ جب بھی کسی نبی کی امت ہلاک ہوئی' وہ ایسی بدعات کی ایجاد سے ہلاک ہوئی ہے۔ (القول المعتمد' ابوالقاسم عبدالرحمٰن)

علامہ علاؤالدین شافعیؒ فرماتے ہیں:

"محفل میلاد بدعت ہے اور اس کے کرنے والے مذمت کے قابل ہیں۔" (شرح البعث والنشور)

شیخ شرف الدین احمد شیخ الحنابلہ کہتے ہیں: "امراء لوگ ہر سال میلادالنبی ﷺ کی محفل جماتے ہیں۔ ان میں علاوہ پر تکلف اور بری باتوں کے خود محفل میلاد بدعت ہے۔ میلاد کو ایسے لوگوں نے ایجاد کیا ہے جو خواہش نفس کے خوگر تھے۔ انہیں کوئی علم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں کس چیز سے منع کیا اور کس بات کا حکم دیا ہے۔"

علامہ تاج الدین فاکہانی فرماتے ہیں: "مجھے کتاب اللہ اور سنت نبویہ میں میلادالنبی ﷺ کے متعلق کوئی دلیل نہیں ملی۔ صحابہ کرام اور ائمہ اسلام سے بھی اس کے بارہ میں کوئی فتویٰ منقول نہیں ہے' بلکہ یہ ایک بدعت ہے جسے شکم پرور اور نفس پرست بدعتی لوگوں نے رواج دیا ہے اور اس کے بدعت ہونے پر واضح دلیل یہ ہے کہ شرعی احکام کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب' مندوب' مباح' مکروہ' حرام' صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین ائمہ اربعہ اور تمام محدثین کا اجماع ہے کہ عید میلادالنبی ﷺ واجب نہیں ہے اور نہ ہی مندوب ہے' اس لئے کہ مندوب وہ حکم ہے جس کے کرنے پر ثواب اور چھوڑنے سے کوئی گناہ نہ ہو۔"

اسے مباح بھی نہیں کر سکتے' کیونکہ دین میں ہر ایک نئی رسم ایجاد بندہ کو بالاجماع مباح کہنا جائز نہیں ہے۔ اب اس کی دو ہی صورتیں باقی ہیں' حرام یا مکروہ! اور پھر عید میلادالنبی ﷺ کی مجلسیں دو طرح سے منعقد کی جاتی ہیں:

محفل میلاد بدعت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہیں کیا اور نہ ہی صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ نے اس کی طرف توجہ کی ہے اور نہ کسی کو کرنے کی اجازت دی ہے۔

(علامہ عبدالرحمٰن مغربی حنفی)

۱۔ یہ کہ بعض لوگ بارہ ربیع الاول کو ذاتی مال سے اپنے اہل و عیال اور احباب و اقرباکی دعوتوں کے لئے پرتکلف کھانے پکاتے' نیز غریبوں کو بھی بطور صدقہ و خیرات کھلاتے ہیں۔ ایسی مجلسوں میں کھانے کے علاوہ کسی اور بدرسم کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ ظاہربین عوام کی نظر میں ایسی باتیں نہایت مستحسن اور کار ثواب معلوم ہوتی ہے' لیکن شرع شریف کے نزدیک یہ ایک جائز اور بدعت طریقہ ہے' کیونکہ سلف امت یعنی صحابہ کرام' فقہاء اسلام اور علماء دین نے (کہ زمانہ کے لئے درخشاں و تاباں سورج اور جہاں کی زینت اور رونق تھے) بارہ ربیع الاول کو کوئی اہمیت نہیں دی اور نہ ہی انہوں نے اس قسم کی محفلوں کا کوئی اہتمام کیا' اس لئے بارہ ربیع الاول کو متذکرہ بالا ہیبت سے محفل منعقد کرنی بدعت ہے۔

۲۔ یہ ہے کہ یار لوگ بارہ ربیع الاول کی محفلوں کے لئے خاص اہتمام اور اس کی شان و شوکت بنانے کی خاطر باقاعدہ چندہ وصول کرتے ہیں اور ایسی باتوں کے لئے چندہ بھی کافی جمع ہو جایا کرتا ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مال و زر کی فراوانی اپنا خاص رنگ دکھاتی ہے' چنانچہ یہ محفلیں بھی محبت رسول ﷺ کی آڑ میں نہ جانے کتنی ہی خواہشات نفسانیہ کی جولان بنتی ہیں اور ان میں غیر شرعی امور بجالانے میں کوئی باک نہیں ہوتا۔ خصوصاً شکم پرور اور ہوا و حرص کے پرستار گانوں و باجوں کا پورا سامان شامل کئے مست اور بے حال ہوا چاہتے ہیں۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ حیاباختہ نوجوان مرد اور عورتیں باہم گھلے ملے اور شانہ بشانہ چلتے نیز ایک دوسرے سے آنکھیں لڑاتے نظر آتے ہیں اور دوسری کئی عورتیں مکانوں پر چڑھ کر انہیں دیکھ رہی ہوتی ہیں اور کئی عورتیں اپنی الگ مجلسیں قائم کر کے بآواز بلند گاتی اور نعت خوانی کرتی ہیں۔ رقص و سرور کا پورا اہتمام

ہوتا ہے اور تمام شرعی حدود پس قائم کر کے باآواز بلند گاتی اور نعت خوانی کرتی ہیں۔ رقص و سرور کا پورا اہتمام ہوتا ہے اور تمام شرعی حدود پس پشت انداز کئے رضاالٰہی کے بجائے معصیت میں مبتلاء ہوتی ہیں۔

اور یوں ہی سب خوف خدا اور فکر آخرت سے غافل ہو کر اپنی رنگا رنگ محفلوں میں مشغول اور محو ہوتے ہیں۔

بتایئے! ایسی محافل کے حرام اور ناجائز ہونے میں کون عقلمند اختلاف کرے گا' جبکہ ان محافل کا اہتمام بھی ایسے لوگوں کے ہاتھ انجام پاتا ہے جو گناہوں میں ڈوب کر اپنے دلوں کی بستیوں کو تیرہ و تار کر چکے ہیں اور ان کی جہالت اور بے دینی کا یہ حال ہے کہ خلاف شرع اور حرام باتوں کو عبادت اور قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

امام قشری فرماتے ہیں:

"ان دنوں میں جہالت اور بے دینی اس قدر غالب آگئی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ متروک اور آثار نبوتؐ ختم ہو چکے ہیں۔ اب سنت کے مطابق عمل کرنا برائی اور بدعت و من مانی نیکی بن گئی ہے۔

علماء دین کی کوئی قدر و منزلت نہیں' جاہل اور لاف گزاف کا بڑا احترام اور اس کی عزت و آبرو ہے۔ غرض لوگ راہ راست سے اس قدر برگشتہ ہو گئے ہیں کہ انہیں دین سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ ایسے پر آشوب دور میں دینی جذبہ رکھنے والوں کو میں کہوں گا کہ وہ ثابت قدمی سے الحاد اور جہالت کا مقابلہ کریں۔ کیونکہ اب ان کے علاوہ اور کون ہیں؟ کہ دین کی حمایت کریں' اب صرف انہی کی باری ہے۔

"اللھم ثبت اقدامنا علی طاعتک۔"

امام ابو عمرو بن علا نے نہایت اچھی بات کہی ہے کہ دین میں عجیب و غریب نئی نئی رسموں کی ایجاد سے جب تک لوگ نفرت و حیرانی کرتے رہیں گے' دین میں کامیاب رہیں گے اور جب انہیں پسند کرنے لگے' تو گمراہ ہو جائیں گے۔ عید میلاد النبی ﷺ منانے والوں کیلئے ایک لمحہ فکریہ یہ ہے کہ بعینہ اسی ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو آپ کی وفات حسرت آیات ہوئی۔

لہٰذا آپ کی خوشیاں منانے سے یہی سمجھا جائے گا کہ آپ کے نزدیک آپ کی وفات حسرت پر آیت کوئی اہمیت نہیں رکھتی' جبکہ وفات کی تاریخ میں کوئی اختلاف نہیں کہ بارہ ربیع الاول کو واقع ہوئی ہے اور آپ کے یوم پیدائش میں علماء مورخین میں کافی اختلاف ہے۔ کوئی نو اور کوئی بارہ ربیع الاول کہتا ہے' بلکہ ۹ ربیع الاول کے متعلق علماء کا زیادہ رجحان ہے کہ آپ ۹ ربیع الاول کو اس دار فانی میں جلوہ افروز ہوئے۔

امام ابن تیمیہ "اقتضا الصراط المستقیم میں فرماتے ہیں' جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"کہ دیگر بدعات کی طرح ایک بدعت میلاد النبی ﷺ ہے جسے مسلمانوں نے بظاہر محبت رسول اللہ ﷺ میں نصاریٰ کی مشابہت سے ایجاد کیا ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اظہار محبت میں ان کا یوم میلاد کرسمس ڈے ۲۵ دسمبر کو مناتے ہیں۔

دیگر بدعات کی طرح ایک بدعت میلاد النبی ﷺ ہے جسے مسلمانوں نے بظاہر محبت رسول اللہ ﷺ میں نصاریٰ کی مشابہت سے ایجاد کیا کیونکہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اظہار محبت میں ان کا یوم میلاد کرسمس ڈے 25 دسمبر کو مناتے ہیں

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے محبت کی ترغیب ان کے یوم میلاد منانے کے ذریعہ نہیں' بلکہ آپ ﷺ سے اظہار محبت آپ ﷺ کی اتباع کرنے سے فرمائی ہے۔

عید میلاد کو آپ کی محبت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے' کیونکہ اسے تو محض نفس پرستوں نے اپنی خواہشات پورا کرنے کے لئے ایک طریقہ اختیار کیا ہے' اسی لئے اس کو تمام علماء نے ممنوع گردانا ہے۔

آنحضرت ﷺ سے جس قدر صحابہ کرام محبت کرتے تھے' ان کی مثال ابتدا آفرینش سے قیامت تک ملنی مشکل ہے اور نیک کاموں

میں وہ سب سے زیادہ کوشاں اور حریص تھے اور آپ ﷺ کی تعظیم بھی ان کے دلوں میں سب سے زیادہ موجزن تھی۔ ان محفلوں میں اگر کوئی بھلائی یا نیکی ہوتی تو صحابہ کرام، ائمۃ دین ضرور ان محفلوں کو منعقد کرتے جبکہ انہیں منعقد کرنے میں کوئی دشواری اور رکاوٹ بھی نہ تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی محبت عید میلاد منانے سے نہیں ہے، بلکہ آپ سے اظہار محبت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کے مطابق تمام عبادات خواہ مالی ہوں یا بدنی بجالائی جائیں اور تمام خواہشات آپ ﷺ کے تابع فرمان ہوں۔ اپنی طرف سے دین میں کوئی نئی رسم ایجاد نہ کی جائے جس چیز سے آپ ﷺ نے منع کیا، اس سے رکنا اور جس کام کے کرنے کا حکم فرمایا اسے بقدر وسعت کرنا آپ ﷺ کی تعلیم کی نشر و اشاعت اور اس کے زندہ کرنے میں زبان و ہاتھ سے ہر ساعت کوشش کرنا اور آپ کی سنت کے رواج میں کسی ملامت اور خوف سے متاثر نہ ہونا چاہیے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خواہ انصار ہوں یا مہاجرین چھوٹے بڑے مرد عورتیں سب اسی طریقہ سے آپ ﷺ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری سے نوازا ہے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی میں ایک بار بھی محفل میلاد منعقد کر کے آنحضرت ﷺ کی بارگاہ نذرانہ عقیدت پیش نہیں کیا، بلکہ ان کا متاع عزیز اور زندگی کا مقصد وحید آنحضرت ﷺ کی سنت مطہرہ کی اتباع اور اس کا زندہ کرنا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

جو لوگ محفل میلاد کر کے آپ ﷺ سے اظہار محبت کرتے ہیں، ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو قرآن مجید کو سونے اور چاندی کے پانی سے نہایت آراستہ اور خوبصورت کر کے رکھتا ہے، مگر اس کی تلاوت نہیں کرتا یا مسجد نہایت نقش و نگار سے تعمیر کرتا ہے، لیکن اس میں نماز نہیں پڑھتا یا قبہ، جبہ، دستار، تسبیح، جائے نماز دکھانے کے لئے رکھتا ہے، مگر ذکر الٰہی نہیں کرتا۔

ایسے ہی یہ لوگ ہیں جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے اس کے رسول ﷺ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان سے یہ لوگ ہمیشہ گریز اور کنارہ کشی کرتے ہیں اور جو کام حرام اور ناجائز ہیں ان میں مشغول رہنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے اس فرمان کو ذرا غور سے پڑھیے اور پھر میلادیوں کا حال دیکھیے ان میں اکثر کے ہاں جبہ، دستار، مصلے سب کچھ ہوگا، مگر اصل محبت جس کا نام اتباع رسول ﷺ ہے، نام کو بھی نہ ہوگی۔

اگر اس محفل میلاد کو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں کیا جاتا تو آپ ﷺ اسے ہرگز پسند نہ فرماتے، چنانچہ حضرت الامام مجدد الف ثانی مرحوم سرہندی اپنے دو سو تہترویں مکتوب کے آخر میں فرماتے ہیں:

"اگر فرضا حضرت ﷺ ایشاں دریں اوان در دنیا زندہ می بودند و ایں مجلس و اجتماع را می پسندید ندیانہ۔ یقین فقیر آن است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکار می نمودند۔"

"یعنی اگر بالفرض آنحضرت ﷺ اس زمانہ میں زندہ ہوتے تو کیا آپ ﷺ ان محفلوں اور مجلسوں کو پسند کرتے یا ان کو دیکھ کر راضی ہوتے؟ فقیر کو یقین ہے کہ آپ ﷺ ان کو ہرگز جائز نہ رکھتے بلکہ اس سے روکتے اور منع فرماتے۔

ذخیرہ السالکین میں "چیزے کہ نام آن مولودی نامند بدعت است" یعنی "عید میلاد النبی ﷺ بدعت ہے۔"

بڑے بڑے علماء دین وائمہ حدیث کی ان تصریحات سے یہ بات بالکل واضح اور روشن ہوگئی ہے کہ میلاد مروجہ بدعت ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے۔ (آئینہ نبوتؐ)

بقیہ: 12 ربیع الاول

ہو گئے کہ اب ان میں ان کے نبی نہیں اور اب ان کی کمریں اور بازو بالکل کمزور ہو گئے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم ص ۲۰-۸۲۱)

ان واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس روز نبیؐ کا سانحہ ارتحال ہوا ہے اس روز مدینہ رسول میں کہرام بپا تھا۔ اور آپؐ کے جانثار و محب آپؐ کی وصال اور فراق سے افسردہ وغمزدہ اور اشکبار تھے۔ وفات رسولؐ کے واقعہ دلفگار نے اہل مدینہ پر قیامت صغریٰ بپا کر دی تھی۔ افسوس کہ جس روز ایسا ہوا، زمانہ حال کے عاشقان رسولؐ اس دن خوشیاں مناتے، جھنڈیاں لگاتے، ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے، بھنگڑے ڈالتے، جعلی داڑھیاں لگا کر سنت رسولؐ کا استہزاء کرتے، رات کو گھر کی منڈیروں پر موم بتیاں لگا کر چراغاں کرتے، بازاروں میں نام نہاد نمائشوں کا اہتمام کرتے، محفل میلاد کا سوانگ، رچا کر قوالوں سے شرک سے لتھڑی غلیظ قوالیاں سنتے اور اس کے علاوہ جو خرافات ان سے ہو سکتی ہیں یہ دین اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس محسن انسانیتؐ کے یوم وفات پر ہوتا ہے کہ جس نے ظلمت و تیرگی میں ڈوبے ہوئے معاشرے کو رشد وہدایت کا پیام دیا تھا

12 ربیع الاول اور مسلمان

محمد رمضان یوسف سلفی

۱۲ ربیع الاول کو عاشقان رسولؐ انتہائی عقیدت و محبت، جوش و جذبے اور تزک اہتمام سے مختلف انداز و اطوار اپنا کر میلاد مصطفیؐ مناتے ہیں حالانکہ ایک مسلمان کو اس روز جشن کا اہتمام کرنا زیب نہیں دیتا کیونکہ تاریخ ولادت کے متعلق خود نبیؐ سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ البتہ پیر کے دن آپؐ کی ولادت باسعادت پر جہاں تمام مورخین اور سیرت نگار متفق ہیں وہیں صحیح مسلم میں بھی ایک حدیث مرقوم ہے کہ نبی ﷺ سے پیر کے روز کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا فیه ولدت وفیه انزل علی۔ یہ وہ دن ہے جس روز میں پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔ (صحیح مسلم جلد ۳ ص ۱۶۵)

کتب تاریخ و سیرت میں آپ ﷺ کی تاریخ ولادت میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن ماضی قریب کے دو عظیم سیرت نگاروں علامہ سید قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ اور علامہ شبلی نعمانیؒ نے ۹ ربیع الاول کو از روئے تحقیق جدید آپؐ کی ولادت کو صحیح ترین قرار دیا ہے۔ چنانچہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری مرحوم فرماتے ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ موسم بہار میں شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۷ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضورؐ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔ (رحمۃ اللعالمین حصہ اول)

اور علامہ شبلی نعمانی مرحوم رقم طراز ہیں کہ تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپؐ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔ (سیرت النبی از شبلی جلد اول ۱-۶)

> مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپؐ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ میں ہوئی

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (آنحضرت ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا اور ۱۰ھ تھا۔ اور اس وقت آپؐ کی عمر کا ترسٹھواں سال تھا۔ (۲) ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بجکر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔

(۳) اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپؐ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں از روئے قواعد ہیئت، ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔ (۴) تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے ۱۲ تک میں منحصر ہے۔ (۵) ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔

ان وجوہ کی بناہ پر تاریخ ولادت قطعا ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔ (حاشیہ سیرت النبی از شبلی نعمانی جلد اول ص ۶-۱)

سیرت النبی ابن ہشام کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ تمام روائتیں پیش نظر رکھ کر ارباب تحقیق اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع نیر عالم تاب ہوئی۔ (سیرت النبی ابن ہشام جلد اول ص ۱۸۲)

تاریخ اسلام کے مصنفین مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی اور شاہ معین الدین احمد